شہادت غیب سے وجود میں آتی ہے۔

خدائی صفات عالم الغیب و عالم الشہادہ کا پر معارف بیان

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 رمئی 1995ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور درج ذیل آیت کریمہ تلاوت کی۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۳﴾ (الحشر:23)

پھر فرمایا:۔

آج کے مضمون سے پہلے جو صفاتِ باری تعالیٰ سے ہی تعلق رکھتا ہے بعض مختلف ممالک کی بعض خدام الاحمدیہ وغیرہ کی اجتماعی کلاسز ہیں یعنی تربیتی کلاسز وغیرہ جاری ہیں، بعض جگہ جلسے ہو رہے ہیں چونکہ میں نے ایک دفعہ پہلے یہ ذکر کیا تھا کہ اب ہر مقام کی کلاس یا اجتماع سے متعلق تو میں اب مزید بیان نہیں کرسکتا کیونکہ سارا خطبہ پھر اسی پہ صرف ہو جائے گا لیکن جہاں تک توفیق ہے ممالک کا ذکر کر دیا کروں گا تا کہ احبابِ جماعت کے علم میں آئے کہ مختلف ممالک میں کیا تربیتی کلاس ہو رہی ہے یا اجلاس ہو رہا ہے اور ان کو اپنی دعا میں یاد رکھیں۔

سب سے پہلے تو مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی درخواست ہے کہ ان کی انتالیسویں سالانہ تربیتی کلاس جاری ہے جو ۷رمئی یعنی پرسوں بروز اتوار تک جاری رہے گی۔احباب جماعت سے درخواست کر دی جائے کہ سب اس کلاس کی کامیابی کے لئے دعا کریں۔اس کلاس میں 39 اضلاع

کی 170 مجالس کے 560 طلباء شامل ہیں۔ جماعت احمدیہ جاپان کا جلسہ سالانہ آج شروع ہو رہا ہے اور 3 دن جاری رہ کر 7 مئی کو اختتام پذیر ہوگا۔ جماعت احمدیہ ڈنمارک کا جلسہ سالانہ کل 6 مئی سے شروع ہو کر دو دن جاری رہے گا اور 7 مئی بروز اتوار اختتام پذیر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ یہ تمام اجتماعات مبارک فرمائے۔ اللہ کی خاطر، اسی کے نام کے لئے اکٹھے ہونے والوں کو ہر لحاظ سے برکت دے اور ان کی نیتوں کو پاک رکھے اور ان تمام اجتماعات کے نیک باقی رہنے والے اثر اور نتائج ظاہر فرمائے۔ آمین

یہ جو آیت میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے هُوَاللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وہی اللہ ہے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہ غیب کا علم رکھتا ہے اور شہادت کا علم رکھتا ہے۔ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ وہ رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی۔ بعض دفعہ عجیب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تصرفات ہوتے ہیں، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صفات باری تعالیٰ سے متعلق جو مختلف آپ کے ارشادات ہیں ان کے پیش نظر میرا آج ارادہ تھا کہ جن صفات پر خصوصیت سے روشنی ڈالی جائے ان میں ایک یہ بھی ہو۔ ابھی چند دن پہلے مجھے ربوہ سے خط ملا کہ آپ کا ایک بہت پرانا خط میں نے دیکھا ہے اس میں آپ نے وعدہ کیا تھا کہ کبھی وقت ملا تو عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ کے مضمون پر روشنی ڈالوں گا کیونکہ اس کا انسانی زندگی سے روزمرہ کے معاملات میں بڑا گہرا تعلق ہے۔ تو چونکہ پہلے ہی ذہن میں یہ بات تھی تو اس خط سے یہ دل میں خیال پیدا ہوا کہ جو کچھ بھی ہم کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک تقدیر کے ذریعے جاری ہوا ہے اور وقت کی ایک ضرورت پوری ہو رہی ہے اور اس طرح اللہ تعالیٰ تائید فرماتا ہے ایک دوسرے کے ذریعے تاکہ دل میں یقین بھر جائے کہ یونہی اتفاقی حادثات نہیں بلکہ خدا کی تقدیر کا ایک باب کھل رہا ہے۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ کے متعلق جو کچھ باتیں میں پہلے کہہ چکا ہوں، کچھ آج بیان کروں گا لیکن سب سے پہلے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عبارت پڑھ کر سناتا ہوں اور اس عبارت سے متعلق گفتگو ہوگی کہ آپؑ کی مراد کیا ہے کیونکہ بسا اوقات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات پڑھنے سے اس کا اصل یا زیادہ گہرا مضمون سمجھ نہیں آتا۔ ایک مفہوم تو ہے جو سطح پر تیرتا ہے وہ تو ہر نظر دیکھ لیتی ہے لیکن بعض بطون ہیں نیچے اتر کر بعض چیزیں دیکھنی

پڑتی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”یعنی وہ خدا جو واحد لاشریک ہے جس کے سوا کوئی بھی پرستش اور فرمانبرداری کے لائق نہیں ہے۔ یہ اس لئے فرمایا کہ اگر وہ لاشریک نہ ہو تو شاید اس کی طاقت پر دشمن کی طاقت غالب آجائے اس صورت میں خدائی معرضِ خطرہ میں رہے گی......“۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 372)

یعنی اگر ایک کے سوا دو معبود ہوں تو کسی معبود کی خدائی کو بھی استقرار نہیں ہے اور قرآن کریم نے اسی مضمون کو لَفَسَدَتَا (الانبیاء:23) کے تحت بیان فرمایا ہے کہ اگر ایک سے زیادہ معبود ہوں، اِلٰهَيْنِ (النحل:52) ہوں، دو معبود ہوں تو یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ آپس میں اختیار کی برتری کے لئے جنگ نہ کریں اور لازماً اس کے نتیجے میں فساد پھیل جائے گا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ خدا کی خدائی کا اعتماد اٹھ جاتا ہے کہ پتا نہیں رہے گی بھی کہ نہیں۔ جس خدا کی ہم پرستش کر رہے ہیں اگر کوئی اور بھی ہو تو کیا پتا کہ کل کیا ہوگا تو اس لئے کسی معبود کی پرستش میں بھی یقین نہیں رہتا اور اطمینان اٹھ جاتا ہے۔ تو یہ وضاحت فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے کہ تم مطمئن رہو میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے جس کی تم عبادت کر رہے ہو وہی ہے، وہی تھا، وہی رہے گا ہمیشہ اور کوئی تبدیلی اس بات میں نہیں آئے گی۔

اب یہ مضمون اگر ہم روزمرہ انسانی تعلقات کے دائرے میں سمجھیں تو اور زیادہ وضاحت سے اس کی اہمیت سمجھ آجاتی ہے۔ ایسے ممالک جہاں آئے دن حکومتیں بدلتی رہتی ہیں وہاں کی سول سروس کے لئے بڑی مصیبت ہوتی ہے۔ آج اس کی پرستش کریں تو کل دوسرے کی کرنی پڑے گی۔ کسی کی نہ کریں اور وہ کل آجائے طاقت میں، تو وہ اپنے انتقام لے گا۔ غرضیکہ جہاں بالا نظام میں افراتفری ہو وہاں ماتحت نظام نیچے تک افراتفری کا شکار ہو جاتا ہے اور بدامنی جو ہے وہ ہر سطح پر اوپر سے چل کر آخری نچلی سطح تک ظاہر ہوتی ہے اور جگہ جگہ اس طرح آپس میں اختلاف کی دراڑیں پڑ جاتی ہیں، ساری سوسائٹی درہم برہم ہو جاتی ہے۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی مضمون توحید کی برکت کے تعلق میں بیان فرمایا ہے اور مومن کے لئے استقامت کا بہت بڑا اس میں پیغام ہے۔ اگر یہ یقین ہو کہ یہی ذات ہے

جو پہلے بھی معبود تھی، آج بھی اور کل بھی رہے گی تو اس ذات سے وفا کے تقاضے خوب کھل کر ادا کئے جاسکتے ہیں۔ اپنی محبتوں کو چھپانے کی ضرورت نہیں رہتی، اپنے تعلقات کو کسی حد کے اندر رکھ کر بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ بے دھڑک ہو کر کسی دوسرے کے خوف سے بے نیاز ہو کر اس سے جتنا چاہو محبت کے تعلق باندھو وہ تمہارے لئے فائدہ ہی ہوگا اور اس کے نتیجے میں وہ تمہارے قریب آئے گا اور جو بالا ذات جو مقتدر ہے وہ جتنا قریب آتی ہے اتنا ہی انسان کے اقتدار میں فرق پڑتا ہے۔

اب وہ لوگ جو بادشاہ کی مصاحبت پر فخر کرتے ہیں اور اس کے سوا کچھ نہیں جانتے وہ اگر یہ سوچیں کہ اللہ کی مصاحبت اور اس کے قرب میں ان کو کیا کچھ حاصل ہوگا تو اس سے اس بات کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے اور قرب کے رستے میں شرک حائل ہے۔ جہاں بھی شرک ہے وہ قرب کے رستے روکتا ہے۔ اگر ایک فرضی خدا کی عبادت کی جا رہی ہے تو اصل خدا سے وہ دور پھینک دے گا۔ اگر ایک خدا کی عبادت ہے اور خطرہ ہے کہ اور بھی ہے تو تب بھی قرب کی راہ میں وہ روک بن جاتا ہے۔ پس یہ مضمون سمجھنا بہت اہم ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھانے کے لئے طبیعت میں ایک طبعی جوش پیدا ہوتا ہے اور اس تعلق کے نتیجے میں انسان کو خدا کی طرف سے اقتدار ملتا ہے اور یہ اقتدار جو ہے وہ قرب کا ایک لازمی نتیجہ ہے۔ جتنا کوئی بڑے آدمی کے قریب ہوا تنا ہی لوگ اس کی بات سے ڈرتے ہیں اور کچھ نہ کچھ وہ اقتدار میں حصہ پاتا ہے۔ یہ حصہ پانا شرک نہیں ہے۔ اس کا تعلق اپنی ذات کو کسی اور ذات میں ڈبو دینے کے ساتھ ہے اور اپنی ذات کو کھو دینے کے ساتھ ہے۔

پس خدا تعالیٰ کا اقتدار دو طرح سے دوسرے وجود میں متصور ہو سکتا ہے ایک شرک کے ذریعے جس کو قرآن کریم کی یہ آیت باطل کر رہی ہے۔ اس کا کوئی معبود نہیں، نہ تھا، نہ ہے، نہ ہو گا۔ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ اس کا کوئی کسی قسم کا بھی شریک ہو لیکن تم ہو سکتے ہو کہ نہیں کس حد تک؟ اگر ساری خدائی کلیۃً اسی کے لئے ہے تو پھر ہمیں کیا۔ دوسرے کو اس میں دلچسپی کیا رہے گی کچھ بھی اس سے حصہ نہیں پا سکتا۔ تو فرمایا کہ سب کچھ حصہ پا سکتے ہو لیکن اگر اس کو واحد جان کر اس کے قریب ہو۔ پھر وہ ہر چیز جو اس کی ذات میں داخل ہے اس میں سے تمہیں حصہ ملے گا اور قرب کی نسبت سے حصہ ملے گا۔ اسی لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صفت مالک کا مظہر صرف محمد رسول اللہ ﷺ کو قرار دیا کہ مالک تو خدا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ مالکیت کی صفت سے حصہ

پا کر شریک نہیں بنے کیونکہ کلیۃً غلامی کے نتیجے میں یہ مِلک عطا ہوئی ہے اور غلامی کی انتہا کے نتیجے میں ہی یہ مِلک عطا ہوئی ہے۔ پس غلامی اور شرک، دو چیزیں اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔ ہر وہ درجہ جو کامل غلامی سے ملتا ہے اس پر شرک کا شبہ کرنا ہی حماقت ہے۔ پس اس پہلو سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کو سمجھیں تو یہ جو دشمن بولتے ہیں ان کی باتوں کی کچھ بھی اہمیت باقی نہیں رہتی کہ دیکھو جی تم نے محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک شریک بنالیا ہے۔ شریک کیسے ہوسکتا ہے اگر انسانوں میں سے ہر دوسرے وجود سے تعلق کاٹ کر محمد رسول اللہ ﷺ سے قائم کرلیا جائے اور کامل اطاعت کا تعلق ہو یہاں تک کہ اپنی ذات کو مٹا دیا جائے۔ پھر محمد رسول اللہ ﷺ نے اگر اسی مالک سے تعلق باندھا تھا جو قادرِ مطلق ہے اور واحد و یگانہ ہے اور اس کی ملکیت سے حصہ پایا تھا تو پھر کیا آپ نے شرک کیا یا خدا نے شرک کرنے دیا یا وہ جو یہ بات مانتے ہیں وہ مشرک ہوگئے۔ پس اگر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب کے نتیجے میں اپنے فیض سے حصہ دیا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یا کسی اور کا محمد رسول اللہ ﷺ کے قرب سے فیض نہ پانا بہت بڑا ظلم ہے اور آنحضرت ﷺ کی گستاخی ہے اور اصل ہتک عزت اس بات کی ہے کہ عجیب رسول ہے کہ اللہ سے تو سب کچھ پالیا جو واحد ولاشریک ہے لیکن بشر ہوتے ہوئے جو پایا اس کو اپنے لئے سمیٹ کر بیٹھ گئے اور جس نے آپؐ سے وہ سلوک کیا جو آپؐ نے خدا سے کیا، جس نے آپؐ سے وہ تعلق باندھا جو آپؐ نے خدا سے باندھا اس کو اس تعلق کی وہ جزا نہیں دی، یہ ہو نہیں سکتا۔ پس حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق جو بکواس کی جاتی ہے کہ تم نے محمد رسول اللہ ﷺ کا شریک بنالیا ہے یہ محض جہالت کی بات ہے۔ اس مضمون کو یعنی خدا کی وحدت کی حقیقت کو سمجھنے کے بعد اور اس مضمون کو سمجھنے کے بعد کہ غیر میں اس کا کوئی شریک نہیں، اپنے فیض سے وہ اپنے غلاموں کو ضرور فیض یاب فرماتا ہے اور مالا مال فرماتا ہے شریک اور غیر شریک کا یہ جھگڑا ہی پھر اٹھ جاتا ہے۔ یہ ماننا پڑتا ہے کہ،

؎ وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا (درثمین: ۸۴)

ہم نے کسی اور کے سامنے ہاتھ پھیلایا ہی نہیں کسی در پہ گئے ہی نہیں اور اے خدا سب سے زیادہ تو گواہ ہے اس بات پر کہ اب یہ ہو گیا تو پھر،

وہ ہے، میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

میری کوئی حیثیت نہیں رہی وہی ہے یعنی محمد رسول اللہ ﷺ تو اس مضمون کو جو ہم اللہ کے حوالے محمد رسول اللہ ﷺ کا مقام سمجھتے ہیں اسی حوالے سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے غلاموں اور اقرباء کا مقام سمجھا جا سکتا ہے۔

دوسری ہے بات عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔فرمایا:

''کہ اس کے سوا پرستش کے لائق نہیں اس سے مطلب یہ ہے کہ وہ ایسا کامل خدا ہے جس کی صفات اور خوبیاں اور کمالات ایسے اعلیٰ اور بلند ہیں کہ اگر موجودات میں سے بوجہ صفاتِ کاملہ کے ایک خدا انتخاب کرنا چاہیں یا دل میں عمدہ سے عمدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ خدا کی صفات فرض کریں تو وہ سب سے اعلیٰ جس سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ نہیں ہوسکتا وہی خدا ہے جس کی پرستش میں ادنیٰ کو شریک کرنا ظلم ہے''۔(اسلامی اصول کی فلاسفی۔روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 372)

یہ جو مضمون ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات جو انسان زیادہ سے زیادہ تصور کر سکتا ہے Perfection کا یعنی کامل ہونے کا۔تمام اللہ تعالیٰ کی صفات انسانی تصور کی Perfection سے بھی اوپر ہیں، اس سمت میں مگر اس سے بھی بالا۔اس ضمن میں جو بعض دنیا کے فلسفی صفاتِ کاملہ پر غور کرتے ہیں ان کی جو پہنچ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے اوپر کی بات کر رہے ہیں۔ جو مغرب کے فلسفیوں کا بابا آدم سمجھا جاتا ہے، ڈسکارٹ، اس نے خدا کی ہستی کی یہ ایک دلیل قائم کی وہ سمجھتا ہے کہ یہ سب سے مضبوط دلیل ہے کہ Imperfect جو نامکمل ہو خود وہ Perfect ذات کا تصور باندھ ہی نہیں سکتا۔اس کو Perfect کا خیال ہی نہیں آسکتا۔تو اس لئے انسان جو کہ کامل نہیں ہے اس نے جو ایک کامل خدا کا تصور پیش کیا ہے یہ اس کی ذات کی پیداوار نہیں ہوسکتی یہ اوپر سے اترا ہوگا لیکن جس تصور کو وہ کامل سمجھ رہا ہے وہ حقیقت میں عیسائی خدا کے تصور کے حوالے سے بات کرتا ہے یا جو خدا کا تصور بھی اس زمانے میں ڈسکارٹ کی دسترس میں تھا اسی کی بات کر رہا ہے حالانکہ وہ تصور نامکمل تھا لیکن اس کو فلسفیانہ طور پر کامل سمجھتے ہوئے وہ یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ ایک غیر کامل چیز، کامل

تصور کو دل میں لا ہی نہیں سکتی کیونکہ اس کا روزمرہ کا تجربہ اسے کہیں بھی کمال سے آشنا نہیں کرتا اور جب اس کی ڈکشنری میں ہی لفظ کمال نہیں ہے کیونکہ اپنے تجربے میں اس نے کہیں کمال نہیں دیکھا تو معلوم ہوتا ہے یہ باہر سے اترا ہوا ایک مضمون ہے اور کامل ذات ہی نے اس کے دل میں پیدا کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو بات فرما رہے ہیں وہ یہ ہے کہ کامل کا جو تصور انسان باندھ سکتا ہے اس تصور سے بھی بالا۔ اس مضمون میں لامتناہی طور پر جو کمال ابھرتے چلے جائیں گے وہ سب اللہ کے ہیں اور اس پہلو سے عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ کا ایک اور مضمون سمجھ آ جاتا ہے جو اس کے بعد آئے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ جو فرمایا کہ وہ عٰلِمُ الْغَيْبِ ہے کہ وہ غیب کو جانتا ہے اس میں ایک ایسی معرفت کا نکتہ بیان فرمایا ہے جو اس سے پہلے کبھی خدا کے اسماء پر غور کرنے والے نے نہیں لکھا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''یعنی اپنی ذات کو آپ ہی جانتا ہے'' جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے تصور کے کمال کے سب کنارے انسانی دسترس سے باہر پڑے ہوئے ہیں۔ وہ جو پہلی بات تھی اس کا دراصل اس بات سے گہرا تعلق ہے۔ کمال کا جو تصور آپ باندھتے چلے جائیں ایک مقام تک پہنچ کر وہ ٹھہرے گا اس لئے کہ انسانی سوچ کامل ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ انسان خود ناکامل ہے اور خدا کی ذات اس سمت میں آگے نظروں سے غائب ہوتی ہوئی دکھائی دے گی جیسے کوئی بہت بلند اور ارفع چیز ہے۔ اس کو آپ دیکھیں تو کچھ دیر تک دکھائی دیتی ہے پھر وہ نظروں سے غائب ہو جاتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو شروع میں توحید کی تعریف میں مضمون بیان فرمایا اس کا ازخود اس مضمون سے تعلق قائم ہو گیا جو آپؑ غیب کے حوالے سے بیان فرما رہے ہیں۔ آگے کیا ہے وہ اپنی ذات کو جو غیب میں ہے خود ہی جانتا ہے اور اس کے سوا اس غیب کا کوئی علم نہیں رکھتا'' اس کی ذات پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا'' اس کا ایک طبعی نتیجہ ہے۔ فرمایا:

> ''ہم آفتاب اور ماہتاب اور ہر ایک مخلوق کا سراپا دیکھ سکتے ہیں مگر خدا کا سراپا دیکھنے سے قاصر ہیں''۔ پھر فرمایا کہ وہ عالم الشہادہ ہے یعنی کوئی چیز اس کی نظر سے پردہ میں نہیں ہے۔ یہ جائز نہیں کہ خدا کہلا کر پھر علمِ اشیاء سے غافل

ہو۔ وہ اس عالم کے ذرّہ ذرّہ پر اپنی نظر رکھتا ہے لیکن انسان نہیں رکھ سکتا۔ وہ جانتا ہے کب اس نظام کو توڑ دے گا اور قیامت برپا کر دے گا اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ایسا کب ہوگا۔ سو وہی خدا ہے جو ان تمام وقتوں کو جانتا ہے۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 373)

اس میں جو عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ کی گفتگو پر حضورؑ نے جو روشنی ڈالی ہے اس سلسلے میں میں کچھ مزید باتیں آپ کے سامنے اس مضمون کو کھولنے کے لئے آج رکھنا چاہتا ہوں۔ غیب سے متعلق جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی نے یہ عظیم نکتہ بیان نہیں فرمایا کہ اپنی ذات کو (اس کی ذات کو) اس کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ غیب میں ہے۔ شہادۃ کے متعلق یہ بات فرمائی کہ اس سے باہر اگر اس کی نظر سے دیکھا جائے تو ہر چیز شاہد ہی ہے، موجود ہے آنکھوں کے سامنے ہے اور کہیں بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، کوئی پردہ نہیں، کوئی اخفا نہیں، کوئی ایسا سایہ نہیں ہے جس میں کوئی دیکھنے والا کوئی چیز نہ دیکھ سکے۔ تو خدا کے زاویئے سے دیکھا جائے تو ہر چیز شہادۃ ہے، کوئی عالمِ اخفاء ہے ہی نہیں۔ انسان کے زاویئے سے دیکھیں تو سب سے پہلا اخفاء خدا کی ذات کا ہے اور اس اخفاء کا بھی اس کو علم ہے۔ یہ دو باتیں بڑی واضح ہوگئیں لیکن جس کو انسان شہادۃ سمجھتا ہے اس میں انسان حقیقت میں **عالم الشھادۃ** بھی نہیں ہے اور چونکہ توحید کا مضمون بیان ہو رہا ہے اس لئے اس مضمون

کا یہ مطلب ہے کہ **عالم الغیب** تو تم سمجھ لو گے کہ وہی ہے لیکن شاید تمہیں یہ بات سمجھ نہ آئے کہ **عالم الشھادۃ** بھی وہی ہے، تم نہیں ہو۔ تمہیں وہم ہے کہ تم **عالم الشھادۃ** ہو اور **عالم الغیب** ہی **عالم الشھادۃ** ہو سکتا ہے۔ یہ ایک گہرا منطقی نکتہ ہے یا فلسفیانہ نکتہ ہے کہ جس کے تعلق کو آپ سمجھیں تو پھر اس بات کی حقیقت سمجھ آجائے گی۔

"**شھادۃ**" دراصل سطح کے مطالعہ کو کہتے ہیں جو سامنے آجائے اور ہر سطح کے پیچھے کچھ چیزیں ہوتی ہیں اسے غیب کہتے ہیں اور اگر صرف سطحی مطالعہ پر بنا کی جائے تو جو نتیجہ نکلتا ہے۔ ہوسکتا ہے اسی کے غیب میں اس کا نقیض موجود ہو یعنی جو آپ سطح پر دیکھ رہے ہیں اس نظر کو رد کرنے والی باتیں اس کے پیچھے مخفی ہوں۔ جو نتیجہ آپ سطحی نظر سے نکالتے ہیں ہوسکتا ہے اس کے پیچھے کچھ ایسی باتیں ہوں جو

آپ کے سطحی نتیجے کو غلط قرار دے رہی ہوں۔تو عالم الحق ہونے کے لئے محض عالم الشہادۃ ہونا کافی نہیں اور اور حقیقت میں **عالم الشھادۃ** ہونے کے لئے **عالم الغیب** ہونا ضروری ہے۔جو عٰلِمُ الْغَیْبِ نہیں وہ **عالم الشھادۃ** ہو ہی نہیں سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے **عالم الغیب** سے بات شروع کی ہے **شھادۃ** سے نہیں کی، حالانکہ بظاہر یہ ترتیب دکھائی دیتی ہے کہ پہلے شہادہ کی بات ہو جو پہلی منزل ہے۔غیب کی باتیں تو بعد میں ہونی چاہئیں لیکن اگر آپ گہرائی میں اتر کر مضمون پر غور کریں تو یہی ترتیب درست ہے۔کوئی دیکھنے والی آنکھ جب تک غیب کا علم نہ رکھتی ہو یا غیب کے علم کو جاننے کی صلاحیت نہ رکھتی ہو وہ **عالم الشھادۃ** بھی نہیں ہے اور انسان کو نسبتی طور پر یہ مقام عطا ہوتے ہیں۔

جو آدمی صاحبِ فراست ہے وہ ایک شخص کی ظاہری باتوں، ظاہری حرکتوں سے وہ نتیجہ نہیں نکالتا جو صاحبِ فراست نہیں ہے۔ایک بھولا آدمی جو کچھ کہے کہتا ہے ٹھیک ہے جی اس نے کہا میں ایسا ہوں ایسے ہی ہوگا۔لیکن جو عالم الشہادۃ حقیقت میں ہے اس کو ضرور کچھ نہ کچھ عالم الغیب ہونا پڑتا ہے۔وہ اس کی اداؤں سے پیچھے اس کی چھپی ہوئی باتیں پہچانتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تو ان کو محسن العقول سے پہچانتا ہے ان کے اس کے چہروں کے آثار سے جانتا ہے۔اس لئے کہ آپؐ نے عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ سے ایسا تعلق باندھا کہ اس سے حقیقت میں کچھ غیب کا علم حاصل کرنے کی صلاحیت بھی حاصل فرمائی لیکن یہ وہ غیب نہیں ہے جس میں خدا اکیلا رہ جاتا ہے اور اس کی توحید سے تعلق رکھتا ہے۔یہ وہ غیب ہے جو خدا سے تعلق کے نتیجے میں انسان کی فراست کے چمکنے سے انسان کو بھی عطا ہوتا ہے۔

تو آپ اپنے معاملات میں دیکھ لیں جس شخص کو غیب کے جاننے کی صلاحیت نہ ہو وہ کسی چیز میں حقیقت میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ہر دنیا کی چیز اسے دھوکہ دے سکتی ہے، نظر میں کوئی چیز اور آرہی ہوتی ہے حقیقت میں کوئی چیز اور ہوتی ہے۔کسی کی عبادات کو دیکھ کر آپ اسے نیک سمجھ لیں، کسی کی قسموں پر جا کر آپ اس سے سودے کر بیٹھیں، کسی کے حلیہ، داڑھی وغیرہ دیکھ کر کہیں کہ بہت متقی پارسا ہے، یہ ساری ایسے عالم الشہادۃ کی باتیں ہیں جس کا غیب سے تعلق کٹ گیا ہے اور اللہ جسے غیب کا علم عطا نہ کرے اسے غیب کا علم عطا ہو نہیں سکتا۔پس اس پہلو سے عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ کی

حقیقت معلوم کر کے سب سے اہم چیز غیب کا معلوم کرنا ہے اور غیب کا علم ٹامک ٹوئیوں سے حاصل نہیں ہوسکتا محض اربع لگانے سے نہیں مل سکتا، زائچوں سے نہیں حاصل ہوسکتا۔ صرف ایک طریق ہے کہ عالم الغیب سے تعلق پیدا ہو اور عالم الغیب سے تعلق کے لئے انسان کا سچا ہونا ضروری ہے عالم الغیب سے تعلق کے لئے دل کا تقویٰ ضروری ہے اس کے بغیر عالم الغیب سے تعلق قائم ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ کسی چیز کو سمجھنے کے لئے جو انسان نظری سفر اختیار کرتا ہے، نظری سے مراد سوچ اور فکر کا جو سفر اختیار کرتا ہے، اس میں ہر قدم پر تقویٰ کی روشنی چاہئے ورنہ ہر چیز غائب میں رہے گی۔ یہ تقویٰ ہے جو وہ روشنی مہیا کرتا ہے جس سے قریب کا غیب حاضر میں تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے رات کو اندھیرے میں آپ سفر کریں کسی ایک کے پاس ٹارچ ہو اور ایک کے پاس نہ ہو۔ جو ٹارچ کے ذریعے سفر کرنے والا ہے وہ اندھیرے میں بھی بہت تیزی سے سفر طے کرتا ہے۔ سب اندھیروں کے پردے اس کی آنکھیں نہیں پھاڑ سکتیں لیکن ایک حد تک اس کی ٹارچ کی روشنی سرائیت کر جاتی ہے اندھیروں میں اور غیب کو حاضر میں تبدیل کر رہی ہوتی ہے۔ مگر جو بغیر کسی روشنی کے سفر کرتا ہے اس کے لئے اندھیروں میں دھکے کھانا اور گمراہ ہونا ہے اس کے سوا اس کا کوئی نصیب نہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا مضمون شروع میں ہی اس حوالے سے باندھ کر پھر غیب کا ذکر فرمایا ہے۔

فرمایا ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرہ:3) یہ وہ کتاب ہے جس میں شک والی کوئی بات نہیں ہے۔ ہر بات سچی ہے۔ مگر ہدایت ان کے لئے ہے جن کے اندر تقویٰ کی روشنی ہے۔ تقویٰ کی تعریف آگے کرتے ہوئے سب سے پہلے اس کا تعلق غیب سے باندھا ہے۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (البقرہ:3 تا 4) تقویٰ کی پہلی تعریف یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور حقیقت میں تقویٰ کے بغیر غیب پر ایمان لایا ہی نہیں جاسکتا۔ جیسے ٹارچ کی روشنی کے بغیر اندھیرے میں بھی چھپی ہوئی چیزوں پر یقین نہیں آسکتا۔ وہ غیب میں رہتی ہیں لیکن روشنی ان کو کہیں دھندلکے کی فضا میں، کچھ چھپی ہوئی، کچھ ظاہر فضا میں اس کو آپ پر روشن کرتی ہے اور جتنی روشنی تیز ہوگی اتنا ہی یقین بڑھتا چلا جائے گا اور غیب کا مضمون تقویٰ سے اس لحاظ سے تعلق رکھتا ہے کہ

قرآن کریم کا مطالعہ بھی اگر آپ کریں گے، تقویٰ نہیں ہوگا تو چونکہ آپ کا نور پھیکا ہے اس لئے قرآن کریم کے حقائق میں سے کچھ حقائق آپ کو ملے جلے، مشتبہ، دھندلے سے دکھائی دیں گے اور ریب کا مضمون باقی رہے گا۔ جیسے رات کے وقت کا جو سفر ہے اس میں سڑک اور اس کے گردو پیش آگے پیچھے کے جو حقائق ہیں وہ تو موجود ہیں، ان کو روشنی تبدیل تو نہیں کر سکتی، لیکن غیب میں ہیں۔ ان کو سمجھنے کے لئے روشنی کی ضرورت ہے اور روشنی اگر زیادہ ہوگی تو ریب سے باہر نکل آئیں گے اگر روشنی کم ہوگی تو دکھائی دینے کے باوجود ریب میں لپٹے رہیں گے۔ یعنی کچھ نہ کچھ شک کا اس پہ سایہ باقی رہتا ہے۔

میں نے ایک دفعہ شاید پہلے بھی آپ کو یہ قصہ سنایا تھا، واقعہ ہے اور کچھ لطیفے کا رنگ بھی رکھتا ہے کہ ایک دفعہ قادیان میں پارٹیشن سے پہلے کا ذکر ہے کہ ہمارے کزن سید داؤد مظفر شاہ صاحب اور مسعود مبارک شاہ صاحب مرحوم، ان کے ایک دوست جو رات کو شہر سے دارالانوار کے لئے روانہ ہوئے کیونکہ یہ دارالانوار میں رہا کرتے تھے۔ پہلے بہت بارش ہوئی تھی، اتنی کہ جو جوہڑ تھے ان کے کناروں تک پانی بھر گیا تھا، سڑک کے قریباً برابر ہو گئے تھے اور چاندنی پوری طرح کھلی ہوئی نہیں تھی۔ کہیں کہیں بادل کا ٹکڑا بھی آجاتا تھا۔ تو اب انہوں نے سوچا کہ کہیں یہ نہ ہو کہ ہم سڑک سمجھ کر جوہڑ پہ پاؤں رکھ دیں کیونکہ کنارے تو برابر ہوئے ہوئے ہیں تو ان میں سے ایک آدمی جو ان کا دوست تھا وہ بہت چالاک مشہور تھا، بہت ہوشیار، تو اس نے کہا یہ تو کوئی مشکل بات نہیں ہے میں آپ کو ترکیب بتا دیتا ہوں۔ چلتے چلتے یہ باتیں ہو رہی تھیں اور ترکیب اس نے یہ بتائی کہ دھندلکے میں عموماً یہ ہوا کرتا ہے کہ جس کو آپ سڑک سمجھ رہے ہوتے ہیں وہ پانی ہوتا ہے اور جس کو آپ پانی سمجھ رہے ہوتے ہیں وہ سڑک ہوتی ہے جیسے یہ پانی لگ رہا ہے اور یہ کہہ کر وہاں قدم رکھا تو باقی کی آواز ان کی بلبلوں میں نکلی، پورا نیچے ڈوب گئے۔ تو یہ عالم غیب ہے جو روشنی کی کمی سے پیدا ہوتا ہے۔ دیکھنے میں نظر آرہا ہے۔ اب یہ لوگ جو تقویٰ سے عاری ہیں قرآن یہ بھی پڑھتے ہیں مگر ان کی آنکھوں کے سامنے ایک دھند قائم رہتی ہے جس کو وہ پانی سمجھ کر قدم ڈالتے ہیں وہ سڑک نکلتا ہے جس کو سڑک سمجھ کر قدم رکھتے ہیں وہ بعض دفعہ پانی نکلتا ہے۔

تو خدا تعالیٰ نے عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ کے مضمون کو آغاز ہی میں تقویٰ سے باندھ دیا ہے اور فرمایا کہ اگر تم عٰلِمُ الْغَيْبِ سے حصہ پانا چاہتے ہو کیونکہ عٰلِمُ الْغَيْبِ کے رستے سے گزر

کر ہی عالم شہادہ نصیب ہوگا۔ پہلے عالم الغیب رکھ دیا ہے۔اس کڑی منزل سے گزرو گے تو پھر جو شہادۃ روشن ہوگی وہ حقیقی اور بغیر شک کے ہے۔تو پھر شہادۃ کا مضمون حاصل کرلو گے۔پس اس معنی میں آنحضرتﷺ کو تمام انبیاءؑ پر قیامت کے دن شہید کے طور پر پیش کیا جائے گا۔

اب یہ دیکھیں قرآن کے مضامین کتنے مربوط ہیں اور اسماءِ باری تعالیٰ کے ساتھ ان کا گہرا تعلق ہے کیوں آخر اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو اپنی اپنی قوموں کا شاہد اور شہید بنایا اور ان سب پر حضرت محمد رسول اللہﷺ کو شہید بنا دیا ؟اس لئے کہ عِلْمُ الْغَيْبِ سے جیسا تعلق حضرت محمد رسول اللہﷺ کا تھا ویسا کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔اس لئے شہادۃ کا علم بھی آپ کو سب سے زیادہ تھا۔جو دیکھتے تھے جیسا سمجھتے تھے وہی نکلتا تھا اس لئے کہ آپ کے ضمیر میں تقویٰ کی روشنی بڑی تھی اور تقویٰ کے نتیجے میں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے عِلْمُ الْغَيْبِ سے تعلق ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں پھر ایک اور بات بھی مزید روشنی پیدا کرتی ہے وہ عالم الغیب کی طرف سے شہادۃ کے امور میں الہامی تعلیم ہے۔یعنی جو انسان اپنے نور سے براہ راست نہیں دیکھ سکتا اس کو پھر الہام روشن کرتا ہے اور یہ جو مضمون ہے الہام کا یہ حقیقت میں ہے ہی غیب سے شہادۃ میں۔حالات و واقعات میں چیزوں کو تبدیل کرنے کا مضمون۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا ۝٢٧ إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَّسُولٍ (الجن: ۲۷، ۲۸) کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے غیب کے علم پر غلبہ نہیں دیتا۔اب یہ دیکھیں کہ بہت ہی لطیف مضمون اور کیسے احتیاط سے لفظوں کا انتخاب ہوا ہے۔فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا جس کا مطلب ہے غیب کا کچھ نہ کچھ علم غیر رسول بھی حاصل کرتے ہیں اور کچھ نہ کچھ روشنی ہر انسان کو عطا ہوئی ہے کہ وہ غیب کے پردے پھاڑ کر کچھ اندازے لگاتا ہے۔ایک سیاسی مبصر جب آئندہ کے حالات کے متعلق تبصرہ کرتا ہے تو یہ وہی مضمون ہے مگر اسے اظہار علی الغیب نہیں کہہ سکتے۔ وہ کہتا ہے جو سیاسی حالات ظاہر ہو رہے ہیں، جو امکانات ہیں، ان کے نتیجے میں جو احتمالات ہیں، ان پر غور کر کے میں سمجھتا ہوں کہ آئندہ دس سال میں یہ تبدیلی واقع ہوگی۔اب اگر وہ ذہین ہے اور تجربہ کار ہے تو کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کا اندازہ درست ثابت ہوتا ہے لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی کا مستقبل کے متعلق اندازہ ہمیشہ درست ثابت ہو پس اگر کچھ درست ثابت ہوا اور کچھ نہ ہو تو یہ ریـــــب کا مضمون

ہے، شک والی بات باقی رہتی ہے۔

مگر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ کسی کو بھی غیب پر اظہار نہیں دیتا یعنی غلبہ عطا نہیں فرماتا مگر اپنے کسی رسول کو جس کو چاہے وہ غیب پر اظہار عطا فرما سکتا ہے یا فرما دیتا ہے۔ تو غیب سے رسالت کا تعلق ہے اور بہت سے ایسے امور ہیں جو پردۂ غیب سے الہام کے ذریعے پردۂ شہود میں ابھرتے رہتے ہیں اور یہی وہ مضمون ہے جس کے نتیجے میں دنیا مسلسل علمی ترقی کر رہی ہے اور اگرچہ خدا کی کائنات میں اضافہ کچھ نہیں کر سکتی مگر خدا کی کائنات پر پہلے سے زیادہ بڑھ کر علم کے ذریعے اس پر ایک قسم کا اظہار حاصل کر لیتی ہے۔ ایک قسم کا اظہار سے مراد یہ ہے کہ دنیاوی علوم میں اگرچہ روشنی بھی ہے لیکن بہت سے احتمالات باقی رہتے ہیں کہ وہ بات جس کو وہ یقین سے سمجھ رہا ہے کل غلط ثابت ہو جائے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے کہ کل تک جو بات درست سمجھتے تھے وہ آج غلط نکلی۔ آج جو سمجھ رہے ہیں ہوسکتا ہے کل غلط نکلے۔ تو ایک شک کا سایہ باقی رہتا ہے لیکن وہ غیب جسے اللہ اپنے رسولوں پر ظاہر فرماتا ہے وہ اظہار کا رنگ رکھتا ہے یعنی اس میں کامل یقین کا مضمون داخل ہو جاتا ہے۔ پس کامل علم شہادت کا غیب کے علم کے بغیر ممکن نہیں اور غیب کا علم نبیوں کے سوا بھی نصیب ہوتا ہے مگر نبیوں کو الہاماً عطا ہوتا ہے اور غیر نبیوں کو اپنے نورِ بصیرت سے عطا ہوتا ہے۔ وہ اگر تقویٰ کے قریب تر ہے اور اس میں سچائی ہے تو پھر ایسی جستجو کرنے والے کے لئے زیادہ امکان ہے کہ وہ دن بدن غیب سے چیزوں کو دیکھ کر شاہد یعنی سامنے نظر آنے والی دنیا میں منتقل کرتا رہے۔

اس سلسلے میں سائنس نے جتنی ترقی کی ہے یہ سب غیب سے شہادۃ کی طرف کا سفر ہے اور درحقیقت اس میں بھی ایک مخفی الہام کا معنی پایا جاتا ہے۔ بعض لوگ یہ کہہ سکتے ہیں کہ دیکھو اتنی ترقی کر لی ہے، ایسے ایسے راز دریافت کر لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رسولوں کے سوا یا رسولوں میں سے جس کو چاہے اس کے سوا کسی کو غیب پر غلبہ عطا نہیں کرتا مگر ان مغربی قوموں کو دیکھ لو ان میں دہریہ بھی ہیں، ان میں عیسائی یہودی خدا کے دشمن بھی ہیں پھر بھی ان کو اپنے اپنے دائرے میں غیب پر غلبہ عطا ہو رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے

کہ دنیا نہیں سمجھتی مگر حقیقت یہ ہے کہ مادی علم بھی خدا کے بعض اسماء کی تجلیات کے نتیجے میں دنیا کو عطا ہوتے ہیں اور وہ تجلیات جو ہیں وہ زمانہ نبوت سے تعلق رکھتی ہیں۔ جب خدا ایک نبی پر ظاہر ہوتا ہے اور الہام کے ذریعے بہت سے غیب کے امور کو شہادت میں تبدیل فرما دیتا ہے تو اس کی ایک ایسی روشنی کا انتشار ہوتا ہے جو کل عالم پر فیض برساتی ہے اور اس زمانے کے تقاضے پورے کرنے کے لئے جتنی مزید روشنی کی ضرورت ہے، ورنہ انسان اس روشنی کے بغیر نبی تک پہنچ ہی نہ سکے، وہ روشنی اس کو ضرور عطا کی جاتی ہے۔

پس نئے نئے علوم کے انوار بھی درحقیقت الہام سے تعلق رکھتے ہیں۔ بعض خفیا لہامات ہوتے ہیں بعض ظاہری اور جہری الہامات ہوتے ہیں۔ تو جب خدا کی تقدیر ایک زمانے کو علم عطا کرنے کا فیصلہ کرتی ہے تبھی وہ حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا (الزلزال:2) سورۃ زلزال پڑھ کے دیکھیں وہاں صاف پتا چل رہا ہے کہ موجودہ دور کی تمام ترقیات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے رب کے حوالے سے ہیں۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ﴿۲﴾ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ﴿۳﴾ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا اس قدر زمین اپنے راز اچھالے گی اور اپنے بھاری راز باہر نکال دے گی کہ تعجب سے انسان دیکھے گا کہ اسے ہو کیا گیا ہے، یہ کیسا زمانہ آ گیا ہے یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا اس دن یہ زمین خود اپنی باتیں بتائے گی۔ کیوں بتائے گی بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰی لَهَا اس لئے کہ اے محمد ﷺ تیرے رب نے اس پر وحی نازل فرمائی ہے کہ یہ باتیں نکالو اور دنیا کو بتاؤ۔

اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ محض قرآن کا ایک دعویٰ تھا ورنہ ان لوگوں نے تو خود اپنے زور بازو سے سب کچھ حاصل کیا ہے۔ اس بات کی سچائی، اس ثبوت کے طور پر کہ یہ دعویٰ نہیں تھا ایک عالم الغیب اور عالم الشہادۃ خدا نے تقدیر کے طور پر جاری فرمایا آنحضرت ﷺ کو اس زمانے کے ظہور سے پہلے ان رازوں کی اطلاع دے دی جو اس زمانے میں رونما ہونے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم کی وہ سورتیں جو اس زمانے میں ہونے والے واقعات سے تعلق رکھتی ہیں ان کو پڑھیں تو عقل ششدر رہ جاتی ہے کہ کیسے ممکن تھا کہ عرب کے ایک اُمّی پر ایسے علوم ظاہر ہوں جن کو چودہ سو سال کی محنت کے بعد انسان نے کمانا تھا اور ابھی اس سے بھی آگے کے زمانے کے علوم ظاہر فرما دیئے گئے۔ یہ فرض کی باتیں

نہیں، یہ خیال کے قصے نہیں، یہ محض تعلّی کے دعوے نہیں، سوفیصدی حقیقت کی باتیں ہیں جو قرآن کے حوالے سے میں آپ کے سامنے بیان کررہا ہوں۔

پس الہام کا غیب کو شاہد میں تبدیل کرنے کے ساتھ ایک گہرا اور اٹوٹ رشتہ ہے۔ جب تک آسمان پر فیصلہ نہ ہو اس وقت تک زمین والے غیب کا علم حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ مگر جہاں تک اظہار علی الغیب کا تعلق ہے وہ رسولوں ہی کو عطا ہوتا ہے اور اس غیب کے علم کا اس غیب کے علم کے ساتھ ایک فرق ہے اور وہ فرق اسی مثال سے میں آپ پر ظاہر کروں گا جو میں نے آپ کے سامنے رکھی ہے۔ آج سائنس دان بہت سے مخفی رازوں کو پا گئے جو زمانے کی آنکھوں سے ہزاروں لاکھوں سال سے مخفی پڑے ہوئے تھے، چھپے ہوئے تھے لیکن کھوج لگا کر، محنت کر کے رفتہ رفتہ وہ ان میں اتر رہے ہیں اور ہر قدم جو وہ اٹھاتے ہیں وہ اس روشنی کی مدد سے اٹھاتے ہیں جو پہلے سفر نے ان کو عطا کر دی ہے اور وہ کوئی لامحدود روشنی نہیں ہے جو اپنے زمانے سے آگے نکل کر باتیں کرتی ہو۔

انسان جب اندھیرے میں چلتا ہے اگر چہ اس کے ہاتھ میں ٹارچ نہ بھی ہو تو وہ جانتا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد آنکھیں کچھ نہ کچھ اندھیرے میں دیکھنے کی اہلیت حاصل کر لیتی ہیں۔ پھر وہ پچھلے سفر کے تجربے سے ایک روشنی لیتا ہے اور ہر اگلا قدم زیادہ احتیاط سے اٹھتا ہے اور زیادہ صحیح سمت میں اٹھتا ہے کیونکہ اندھیرے کے تجربوں نے اس کو ٹھوکریں لگائیں اسے زخم پہنچائے کہیں وہ گرا، کہیں وہ لڑکھڑایا اور آہستہ آہستہ اس کے تجربے نے اس کو بتایا کہ یہ چیز جو یوں دکھائی دے رہی ہے یہ ایسی ہوگی۔ اس طرح اس کا غیب سے شہادت کی طرف سفر اظہار علی الغیب کہلا ہی نہیں سکتا کیونکہ بڑی محنت کے ساتھ کچھ کچھ دکھائی دینے والا سفر ہے جب وہ اجتماعی شکل اختیار کر لیتا ہے، ایک صدیوں کا علم اکٹھا ہوتا ہے تو ایک عظیم حقیقت دنیا میں ابھر آتی ہے اور ہم سمجھتے ہیں ایک نئے زمانے میں داخل ہو گئے ہیں۔

قرآن کریم جس غیب کی اطلاع دے رہا ہے کہ نبیوں کو جس کو بھی ان میں سے چاہے رسولوں کو، ان کو اظہار علی الغیب دیتا ہے اس کی مثال قرآن کریم کی ان آیتوں میں ہے جو اس زمانے سے تعلق رکھتی ہیں اور جن کے متعلق آنحضرت ﷺ نے ادنیٰ بھی کھوج لگانے کی زحمت نہیں گوارا

فرمائی۔آپ کے تجربے کو اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔آپؐ نے سوچا بھی نہیں تھا کہ آئندہ زمانے کی سواریاں کیسی ہوں گی۔آپؐ کے تصور میں یہ بات نہ آسکتی تھی نہ آئی کہ رستوں، سڑکوں والا آسمان کیا چیز ہے جس پر سڑکیں بن جائیں گی اور جس پر مرسلات چلیں گی اور بامقصد سفر ہوں گے، کچھ پیغامات لے کر جائیں گی، کچھ چیزیں یہاں پھینکیں گی، کچھ چیزیں وہاں پھینکیں گی۔وہ سارا مضمون کہ پھر آخر صحف نشر کئے جائیں گے۔ایسی چیزیں ایجاد ہو جائیں گی کہ کثرت کے ساتھ کتابیں شائع ہوں گی اور صحیفے ہر طرف پھیلا دیئے جائیں گے، قانون کی راج دھانی ہوگی، یہ تمام وہ مضامین ہیں جن کا آنحضرت ﷺ کی سوچوں اور تجارب سے کوئی بھی تعلق نہیں۔پس آپؐ کے لئے جو غیب، شہادت میں تبدیل فرما دیا گیا وہ خالصۃً اللہ کے تعلق سے آپؐ کو استثنائی طور پر عطا کیا گیا اور زمانے کا کوئی شخص بھی اس سفر میں آپؐ کا شریک نہیں ہوسکتا تھا۔اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ کا مضمون پوری شان کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے جس میں ذرا بھی شبہ نہیں رہتا۔

وہ زمانہ جب ہر انسان محنت کر کے کچھ نہ کچھ، تھوڑا تھوڑا سفر کر کے، ایک دوسرے کو آوازیں دے کر، ایک دوسرے سے پوچھ کر رستوں کے متعلق فیصلے کرتا ہے کہ یہ رستہ بہتر ہے، یہ رستہ درست نکلا، یہ غلط ہوگا، یہ اجتماعی ایک سفر کی مثال ہے جس میں ہر شخص کے جائزے دوسرے کے لئے مددگار بن رہے ہوتے ہیں اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایک ہی انسان ہے جس کو سائنس کی غیب کی باتوں کا علم ہو گیا اور باقی سارے محروم بیٹھے ہوئے ہیں۔پس عٰلِمُ الْغَيْبِ سے علم کا عطا ہونا اور معنے رکھتا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل کے نتیجے میں، اس کی تقدیر کے نتیجے میں انسان کی عقلوں کو روشن کیا جانا اور انہیں اس قابل بنانا کہ وہ الٰہی علم کو جو مخفی پڑا ہوا تھا کچھ بہتر رنگ میں سمجھ سکیں اور ان علمی خزانوں کو جو دبے پڑے تھے ان پر نظر ڈال کر ان سے استفادہ کر سکیں یہ ایک اور مضمون ہے ان دونوں میں مماثلت کوئی نہیں ہے۔

جو چودہ سو سال پہلے کی خبریں رسول اللہ ﷺ کو عطا ہو گئیں وہ کس کسب سے تعلق رکھتی ہیں، کسی سائنسی تحقیق سے تعلق رکھتی ہیں، کچھ بھی نہیں۔سارا زمانہ محروم تھا اور آپؐ کو بھی جب علم ہو رہا ہے تو ایسا علم ہو رہا ہے جس کا آپؐ کو ذاتی طور پر کچھ پتا نہیں اور جب بعض ایسی باتیں فرماتے ہیں علم الٰہی سے حاصل کر کے جو آپ بیان کرتے ہیں اور اس زمانے کے لوگوں کو کچھ سمجھ بھی آتی ہے بہت سی باتیں تو سمجھ آئی ہی نہیں تھیں ان کو۔وہ سمجھتے تھے پتا نہیں کیا باتیں ہو رہی ہیں، شاید مرنے کے بعد کچھ

اس قسم کی چیزیں ہوں ہمارے علم کے مطابق تو یہ ممکن نہیں ہے۔ مثلاً یہ خیال کہ دنیا میں طاقتور لوگ اور غریب لوگ زمین و آسمان کی حدوں سے تجاوز کرنے کی کوشش کریں گے چھلانگیں لگا کر اس سے آگے جانے کی کوشش کریں گے۔ اب کون احمق ہے جو یہ سوچ سکتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کوئی دنیا کا انسان یہ تصور بھی کر سکتا تھا کہ انس، انسان جن کا ذکر ہے **معشر الانس** جن کے متعلق تو اپنا غلط تصور پیش کر دیتے ہیں اس لئے میں اس کو چھوڑ رہا ہوں کہ **معشر الانس** یہ تصور بھی باندھ سکتے تھے اس وقت کہ ہم زمین و آسمان کی اقطار سے باہر نکل جائیں گے۔ اڑھائی فٹ کی چھلانگ مارتے تھے یا تین فٹ کی یا دو گز کی کر لیں اس سے اوپر تو چھلانگ لگانے والا ہی آدمی نہیں پیدا ہوا تھا اُس زمانے میں۔ اب کچھ معیار بڑے ہوئے ہیں لمبی پریکٹس اور مہارتوں کے نتیجے میں۔ تو وہ جس کی چھ فٹ کی چھلانگ ہو اس کے متعلق یہ دعویٰ کر دینا کہ وہ یہ سوچے گا اور غور کرے گا اور سنجیدگی سے یہ فیصلے کر رہا ہوگا کہ میں زمین و آسمان کی اقطار سے نکل کر باہر چلا جاؤں گا۔ کوئی پاگل کا بچہ ہی ہوگا جو یہ کہے کہ انسانی سوچ کی حد کے اندر یہ بات داخل تھی۔

پس وہ علم غیب جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا کیا جا رہا تھا اس میں کوئی شریک نہیں تھا۔ سارا زمانہ تلاش کر کے دیکھیں محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی ان علوم میں شریک نہیں تھا جو عالم الغیب کی طرف سے آپؐ کو عطا ہو رہے تھے۔ مگر جس زمانے میں ہم داخل ہوئے ہیں، جس کی پیش گوئی بھی آنحضرت ﷺ نے اللہ سے علم پا کر دی تھی اس میں انسان بحیثیت انسان کچھ پانے کی صلاحیت حاصل کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ وہاں بھی غلط فہمی دور کی جا رہی ہے کہ یہ نہ سمجھ لینا کہ خود ذاتی صلاحیتیں ہیں، یہ خدا کی تقدیر نے محمد رسول اللہ ﷺ کے آخری غلبے کی خاطر جو انسان کی عقلوں میں جلا بخشنی تھی اور زمانے کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے جو نئی نئی ایجادات کی ضرورت تھی ان کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا اور زمین کے خزانوں کو حکم دیا کہ گویا وہ خود نکل کر سامنے آ جائیں اور اس الٰہی تقدیر کے نتیجے میں پھر سائنسوں نے ترقی کی ہے۔

اس کے کچھ شواہد ایسے بھی ملتے ہیں جن کا الہام سے کچھ تعلق دکھائی دیتا ہے یعنی انبیاءؑ والا الہام تو نہیں مگر الہام سے ملتی جلتی کیفیات ہیں جو دکھائی دیتی ہیں مثلاً سنگر مشین جو سلائی کی مشین ہے اس کے موجد نے بہت غور کیا اور بہت سوچا کہ میں کیسے ایسی چیز ایجاد کروں کہ ایک دھاگہ نیچے جا رہا

ہو دوسرا کوئی اوپر آ رہا ہو اور وہ ٹانکے بھرتے چلے جائیں خود بخود اور پھر کھلیں نہ، پکّے رہیں۔ ہر قسم کا تصور اس نے باندھا لیکن ناکام ہو کر تھک گیا۔ پھر اس کو کشفاً ایک نظارہ دکھائی دیا وحشیوں سے لڑنے کا اور جس میں نیزے کا جو پھل تھا اس میں وہ آنکھ تھی جو سوئی کی آنکھ ہوتی ہے اس کے پیچھے نہیں تھی۔ اس سے پہلے جو سوئی کا تصور انسان کے علم میں تھا وہ سوئی کے نوک کے اوپر آنکھ نہیں تھی پیچھے کی طرف آنکھ تھی اور جو پیچھے آنکھ ہو اس کے ذریعے یہ خود کار مشین ایجاد ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ تو اس نے جب کشفی نظارے میں یا رؤیا میں دیکھا کہ وہ جو وحشی لڑ رہے ہیں ان کے نیزوں کے اندر آنکھ ہے تو اچانک اس کو روشنی عطا ہوئی اس نے کہا او ہو مجھے بات سمجھ آ گئی۔ اگر مشین بنانی ہے تو پھل والے حصے میں آنکھ ڈالنی پڑے گی۔ اب آپ دیکھ لیں کہ جتنی بھی سوئیاں ہیں مشین کی ان کے پھل کے اندر آنکھ ہوتی ہے تو ایسا ایک واقعہ نہیں، ایسے بہت سے واقعات قطعی شہادتوں کے ساتھ سائنسی تاریخ میں محفوظ ہیں کہ بسا اوقات انسان کو یعنی ایک سائنس دان کو ایک ایسے مرحلے پر آ کر جہاں عقل نے کام چھوڑ دیا الہام نے راہ دکھائی یا رؤیا اور کشوف نے راہ دکھائی۔

پس چونکہ خدا فیصلہ کر چکا تھا اس لئے یہ بھی ضروری تھا کہ جہاں عقل ٹھہر جائے وہاں اللہ انگلی پکڑ کے کہے نہیں کچھ اور آگے چلو اور "**بان ربک اوحیٰ لها**" اس رنگ میں بھی پورا ہوتا دکھائی دیتا ہے کہ اللہ کی طرف سے واقعۃً وحی کے ذریعے بعض راہنمائیاں دکھائی دیتی ہیں اور جب ان کا انسان مطالعہ کرتا ہے تو حیرت میں ڈوب جاتا ہے کہ کس طرح ان لوگوں کا جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں ان کا کشف اور الہام کے ذریعے غیب کا علم حاصل کر لینا کیا معنے رکھتا ہے۔ یہ وہ معنے رکھتا ہے کہ دراصل محمد رسول اللہ ﷺ کا غیب سے تعلق ہے اور اللہ نے آپؐ کو جو غلبہ عطا کیا ہے غیب پر اس غلبے کے طور پر ان سب کو غلام بنایا گیا ہے۔ ان ساری قوموں کو اس غلبے میں مددگار بنانے کے لئے اور وہ انقلاب پیدا کرنے کے لئے جو محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات سے وابستہ فرمایا گیا ہے غیب سے کچھ حصہ ان کو ملا ہے اور اس کے بغیر دنیا ترقی نہیں کر سکتی۔

پس عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ میں مرکزی بات یہ یاد رکھیں اور اسی پر میں آج خطبے کو ختم کرتا ہوں کہ شہادہ، غیب سے وجود میں آتی ہے۔ شہادت سے غیب وجود میں نہیں آتا۔ ہر چیز تھی اور رہے گی مگر جب تک انسان پیدا نہیں ہوا صرف اللہ کے علم میں تھی۔ جب تک ذی شعور چیزیں پیدا

نہیں ہوئیں ہر چیز پردۂ غیب میں تھی۔اللہ کی ذات بھی غیب میں تھی اور تمام موجودات جو اس کی ذات سے پیدا ہوئی تھیں وہ سب غیب میں تھیں۔تو شہادت غیب کے بطن سے پیدا ہو رہی ہے۔جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں یہ غیب سے وجود میں آرہا ہے اور شہادت پر غور کریں تو اس کے پیچھے اور غیب دکھائی دیتا ہے اور جب تک پسِ پردۂ غیب کا علم نہ ہو شہادت کا یقین نہیں رہتا، وہ ریب میں چلی جاتی ہے۔ تو تقویٰ ہی کی آنکھ ہے جو اس مضمون میں آپ کی رہنما بن سکتی ہے خواہ وہ روحانی علوم کی جستجو کا سفر ہو یا مادی علوم کی جستجو کا سفر ہو اس آیت کو ہمیشہ اپنے لئے نشانِ راہ بنا رکھیں یہی ہے جو آپ کو منزل کی طرف لے کے جائے گی۔

کہ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ صرف متقیوں کو ہدایت دے گی۔متقی کون ہیں الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں کیونکہ غیب پر ایمان لائے بغیر غیب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے اور ایمان لائے بغیر نہ ان کو عبادت کا ذوق پیدا ہوتا ہے نہ عبادت کے لئے ہمت اور طاقت نصیب ہوتی ہے۔اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور پھر جو کچھ خدا نے انہیں دیا وہ خرچ کرتے ہیں۔اس کا بھی غیب سے تعلق ہے کیونکہ ایک ماضی کا غیب ہے، ایک حاضر کا غیب، ایک مستقبل کا غیب۔جو دانہ ایک انسان ایک زمیندار زمین میں ملا دیتا ہے، مٹی میں ملا دیتا ہے، اس کو غیب پر یقین ہے یا ایمان ہے تو ڈالتا ہے۔یقین نہیں ہے مگر ایمان ضرور ہے۔ایمان ہے کہ ہاں ان دانوں میں سے اکثر یا کچھ نہ کچھ تو ضرور اگیں گے اور اس کے نتیجے میں وہ زیادہ پالیتا ہے۔تو جن کا غیب خدا سے تعلق ہو وہ خدا کی راہ میں بے دھڑک خرچ کرتے ہیں کیونکہ یہاں ان کا ایمان کامل ہوتا ہے اور اپنے تجربے کی بنا پر وہ جانتے ہیں کہ اپنی راہ میں خرچ کرنے والوں کے رزق کو اللہ تعالیٰ کم نہیں کیا کرتا۔ہمیشہ بڑھاتا رہتا ہے۔پس اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عٰلِمُ الْغَيْبِ اور عالم الشہادۃ ہونے کی حیثیت سے ہم پر اپنے فضل نازل فرمائے اور اپنی ذات سے ہمیں تعلق جوڑنے میں آسانیاں مہیا فرمائے۔آمین